OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

زمانۂ قبل از اسلام سے تیسری صدی ہجری تک کے عرب مغنّی اور مغنّیات کا احوال: 'کتاب الاغانی' و 'طاؤس ورباب' کا مطالعہ

An Account of Arab Male and Female Singers from Pre-Islamic times to the 3rd Century of Hijra: A Study of "*Kitāb-Al-Aghānī*" and "*Tāwos-o-Rubāb*"

Dr. Zahira Nisar
Assistant Professor, Department of Urdu Encyclopedia of Islam, University of the Punjab, Allama Iqbal Campus, Lahore
Prof. Dr. Matloob Ahmad
Dean Faculty of Arts and Social Sciences, The University of Faisalabad, Faisalabad
Siddiqa Aslam Qureshi
Visiting Lecturer (I.E.R), University of the Punjab, Lahore

Abstract

Author of "*Kitāb-Al-Aghānī*" (Book of Songs), Abu-Al-Faraj *Al-Isfahānī* was a famous Arab author and poet. He wrote other important books also but "*Kitāb-Al-Aghānī*" proved a mile stone in his life works. It consisted upon the long tale of pre-Islamic period till 3rd century hijra's musicians, composers, singers and poets. This book presents the true picture of that time's Arab Society and Culture. Prof. Noor-ul-Hassan Khan's "*Tāwos-o-Rubāb*" is a single example of such type of books in Urdu literature. In this book most of the references are drawn from " *Kitāb-Al-Aghānī* ". We can find in Urdu literature a true picture of pre-Islamic period to 3rd century hijra's cultural and moral values through this book. This article is an attempt to show the interaction between the books mentioned above.

Key Words: *Kitāb-Al-Aghānī*, Ayyam-ul-Arab, Arab culture, Arab musicians, Encyclopedia of Islam

CC BY

تمہید

''کتاب الاغانی'' کا مصنف ابوالفرج الاصفہانی ایک مشہور عرب ادیب تھا۔ انھوں نے دیگر اہم کتب بھی تحریر کیں تاہم ''کتاب الاغانی'' اُن کی تمام تصانیف میں سنگِ میل ثابت ہوئی۔ یہ کتاب زمانۂ قبل از اسلام تا تیسری صدی ہجری تک کے عرب مغنّی و مغنّیات، خالقینِ نغمہ اور شعراء کی داستانِ حیات کے اہم گوشوں کو منوّر کرتی ہے۔ جس میں ہمیں اُس دور کے عرب معاشرے اور ثقافت کی سچی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ پروفیسر نورالحسن خان (سابقہ استاد عربی زبان و ادب و حدیث اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے ''طاؤس و رباب'' میں ''کتاب الاغانی'' سے اخذ و استفادہ کرتے ہوئے اردو زبان میں فنِ غنا پر اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ترتیب دی ہے۔ اس تحقیقی مقالے میں کتب ہائے مذکور کے مابین اشتراکات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

ابوالفرج الاصفہانی

. ابوالفرج الاصفہانی علی بن الحسین بن محمد بن احمد القرشی نام ور عرب مؤرخ، ادیب و شاعر تھا۔ وہ ۲۸۴ھ /۸۹۷ء میں اصفہان میں پیدا ہوا؛ نسلاً عرب اور قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتا تھا تاہم اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گزارا، یہیں تعلیم حاصل کی اور ۳۵۶ھ / ۲۰ نومبر ۹۶۷ء کو بغداد ہی میں خالقِ حقیقی سے جاملا۔ ابوالفرج الاصفہانی مختلف علوم و فنون میں ماہر شمار کیا جاتا تھا۔ اس کا ذوقِ شعری اعلیٰ پائے کا تھا۔ تیس کے قریب تصانیف اس سے منسوب ہیں لیکن ناپید ہیں۔ ''ایام العرب'' نامی تصنیف، جس میں سترہ سو معرکوں کی تفصیل شامل ہے بھی اُسی سے منسوب ہے لیکن مفقود الخبر ہے۔ اُس کی بعض دیگر تصانیف بھی دست یاب نہیں ہیں۔ اُن میں سے بعض کا تعلق انساب سے ہے۔ ابو تمام، البحتری اور ابونواس کے دواوین مرتب کرنے کا سہرا بھی اُسی کے سر ہے۔ اس کی محفوظ رہ جانے والی تصانیف میں ''کتاب الاغانی''، ''کتاب مقاتل الطالبیین''، ''کتاب اَلدِماءالشّواعِر'' اور ''کتاب ادب الغرباء'' ہیں۔ Sebastian Günther اپنے مقالے "Ab-u-l-Faraj al-Isfahani" مشمولہ Encyclopedia of Islam طبع سوم میں ''کتاب الاغانی'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "It not only offers precious information on Arabic musical traditions but also provides much invaluable literary, historical and biographical data on pre-Islamic and classic Arabic-Islamic civilization. The work includes data on ancient Arab tribes and their social life, the court life of the Umayyads and various aspects of 'Abb-asid society, including of course the milieu of musicians and singers. Hence, in the Aghan-i 'we pass in review the whole of Arabic civilization from pre-Islamic times down to the end of the 3rd/9th century''"[1]

ابوالفرج الاصفہانی کی وہ تصنیف جسے اُس کا شاہ کار اور لازوال کارنامہ شمار کیا جاتا ہے وہ ''کتاب الاغانی'' (نغموں کی کتاب) ہے۔ بہ قول مصنف یہ کتاب اُس کی پچاس سالہ تحقیق اور جاں فشانی کا ثمر ہے۔ بیس جلدوں پر محیط یہ کتاب معروف عرب مغنّیوں کے نغمات، اُن کی دھنوں اور اُن کے سوانحی کوائف کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کتاب کی معرفت ہمیں نہ صرف معروف شعراء بلکہ ایسے شعراء کا کلام بھی مل جاتا ہے جن کے فن کے بارے میں تاریخیں بھی خاموش ہیں۔ اس کتاب میں مؤلفینِ نغمہ کے تفصیلی

حالات کے ساتھ ساتھ، قدیم عرب قبائل، اُن کے معرکوں، بنو امیہ و بنو عباس کے خلفاء کے درباری اطوار، طرزِ معاشرت، اہم موسیقاروں، آلاتِ موسیقی اور دھنوں کے اختراع و خالقین کا احوال جس انداز سے رقم کیا گیا ہے، اس سے زمانۂ جاہلیت سے لے کر تیسری صدی ہجری تک کی عرب ثقافت کا ایک مخصوص پہلو محفوظ ہو گیا ہے[2]۔

"کتاب الاغانی"

"کتاب الاغانی" کی پہلی اشاعت بولاق (مصر) سے ۱۸۶۸–۱۸۶۹ء میں بیس جلدوں میں عمل میں آئی۔ بعد ازاں اس کتاب کے متعدد نسخے متعدد مقامات سے شائع ہوئے۔ زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں بیروت، لبنان سے شائع ہونے والا نسخہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس کتاب کے مندرجات، تاریخی ترتیب یعنی ادوار کے لحاظ سے ہمارے سامنے نہیں آتے بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک مغنّی کا ذکر ایک سے زائد جلدوں میں بھی آیا ہے۔ مثال کے طور پر طویس نامی مغنّی کا ذکر "کتاب الاغانی" کی دوسری جلد کے جز ثالث اور جز چہارم میں دو مرتبہ آیا ہے[3]۔ بہ قول نور الحسن خان "یہ کتاب دو اہم موضوعوں [موضوعات] پر مشتمل ہے۔ اوّل شعراء، دوم مغنّین "[4] ابو الفرج الاصفہانی نے "کتاب الاغانی" کے تعارف میں اُن اہم ترین نغموں کے مجموعوں کا تجزیہ بھی پیش کیا ہے جن سے اس عظیم کتاب کا بنیادی مواد تشکیل پاتا ہے۔ اسحاق موصلی کا مرتّب کردہ نغمات کا مجموعہ یا سو نغمات کی کہانی، مغنی معابد کی سات مشہور دُھنوں کا مجموعہ بہ عنوان "مُدُن" یا "حُصون"، ابنِ سریج کی سات معروف ترین دُھنوں کا مجموعہ، یونس الکاتب کا مشہورِ زمانہ "نغماتِ زینب" جو اُس کے دوست ابنِ رھیمہ کی نظموں کا مجموعہ ہے اور نغماتِ خلفا و جانشین۔ اس کے ساتھ ساتھ اصفہانی نے اس کتاب میں مذکورہ مواد کے علاوہ اُن نغمات کا اضافہ بھی کیا ہے جن سے وہ شاعر، مغنی، یا زمانۂ قبل از اسلام کے واقعے کے بارے میں کوئی تفصیلات اخذ کر سکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذیلی تقسیم کے لحاظ سے اس کتاب کے دو ہزار ابواب ہیں۔[5]

مولانا نور الحسن خاں

مولانا نور الحسن خاں صاحب اٹک کے ایک قصبے ٹمن میں ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد ابو محمد امام غزالی، دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ نور الحسن خان کی علمی و تبلیغی سرگرمیاں لائقِ تحسین رہی ہیں۔ وہ کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ ادبی ذوق رکھتے تھے۔ عربی و فارسی زبان میں شاعری بھی کی۔ اُن کی تعلیم و تربیت میں اُن کے خاندان کے علمی ماحول اور والدِ بزرگوار کی خصوصی توجہ کا عمل دخل بہت گہرا تھا۔ وہ سات سال کی عمر میں حفظِ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی اور بعد ازاں ٹمن ہائی سکول میں داخل ہوئے۔ والد صاحب سے عربی زبان و ادب کی تعلیم کے حصول کے بعد وہ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور انھیں یہاں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی اور مولانا ابراہیم بلیاوی جیسے نابغۂ روزگار اساتذہ سے کسبِ فیض کا موقع ملا۔ دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آبائی وطن لوٹے اور مکھڈ کی "مولوی صاحب" نامی مشہور لائبریری کے علمی نوادرات اور انتہائی کم یاب مخطوطات سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں لاہور کی جامعہ پنجاب سے مولوی فاضل کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور اسی جامعہ میں ریسرچ سکالر کے طور پر اپنی خدمات کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۲ء میں شعبہ عربی میں تدریسی ذمہ داریوں کا آغاز کیا۔ وہ ترقی کرتے کرتے ۱۹۵۴ء میں صدرِ شعبہ عربی کے عہدے پر فائز ہوئے اور ۱۹۷۸ء میں شعبۂ عربی اورینٹل کالج سے اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے سے ریٹائرمنٹ حاصل کی۔ بہ قول ڈاکٹر عبید اللہ مرحوم درسِ تفسیر میں ان کا ثانی ملنا ناممکن ہے۔[6]

شخصیت اور تدریسی خدمات

نورالحسن خان صاحب نے شعبہ عربی کے ساتھ ساتھ شعبہ اسلامیات میں بھی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ علماء اکیڈمی میں بھی درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ بعد از ریٹائرمنٹ رئیس جامعہ ڈاکٹر شیر زمان کے اصرار پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے لیکن بیماری اور گھر سے دوری کے باعث تین ہفتے بعد ہی اس ملازمت کو خیر باد کہہ کر لاہور واپس آ گئے۔ دورانِ ملازمت تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ وہ عوام الناس کے استفادے کے لیے ۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۸ء تک مسجد رحمت اللہ انار کلی میں درسِ قرآن دیتے رہے۔ بدھ کے روز درسِ حدیث اور بعد از نمازِ مغرب بیس منٹ تک درس دیتے۔

مولانا نورالحسن خان صاحب بے حد پُرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ وہ اپنی شستہ زبانی اور مؤثر اسلوبِ گفتار کی بدولت سامعین کو گرویدہ کرنے کا فن جانتے تھے۔ بلند علمی مرتبے کے باوجود سادہ طبیعت، خوش اخلاق، خوش گفتاری اور خوش لباسی کا مرقع تھے۔ منصبی و دینی فرائض کے پابند تھے۔ اُن کی طبیعت میں ظرافت اور حاضر جوابی کا پہلو اس طور پر موجود تھا کہ معاصر اساتذہ اُن کے رسوخِ علمی کے ساتھ ساتھ اُن کی اس منفرد صلاحیت کے بھی پرستار تھے۔ اُن کے معاصرین میں محمد العربی مراکشی، سید امین مصری، ڈاکٹر برکت علی قریشی، ڈاکٹر عبادت بریلوی، مولانا عبدالصمد صارم، ڈاکٹر امین اللہ وثیر، ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک اور ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نمایاں ہیں۔ ان کے تلامذہ اپنے دور کے نام ور اصحاب میں شمار ہوئے۔ ان میں ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک، ڈاکٹر جمیلہ شوکت، ڈاکٹر سید خورشید الحسن رضوی، ڈاکٹر مظہر معین، ڈاکٹر عبید اللہ خان، ڈاکٹر شیر محمد زمان، ڈاکٹر محمد طفیل، ڈاکٹر میر ولی خان، ڈاکٹر خالد علوی، ڈاکٹر ادریس زبیر، ڈاکٹر امان اللہ خان، ڈاکٹر فیوض الرحمن، ڈاکٹر سعید الرحمن علوی، ڈاکٹر احمد خان، ڈاکٹر زیتون، ڈاکٹر فرحت نسیم اور ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ شامل ہیں[7]۔ اس آفتابِ علم و ادب نے اپنے تلامذہ میں روشنی کے متعدد زاویے پیدا کئے جنھوں نے اپنی اپنی جگہ پر اس نور سے ضوفشانی کا فریضہ بہ خوبی سرانجام دیا۔ انھوں نے ایک طویل عرصے تک تشنگانِ علم و ادب کی سیر ابی کا فریضہ انجام دیا۔ ۲۶ مئی ۱۹۸۸ء کو یہ آفتابِ علم و ادب لاہور میں غروب ہوا تو دوسری جانب اُن کے تلامذہ میں اُن کی بکھری ہوئی ضیا کا فیضِ مسلسل جاری ہے جو تشنگانِ علم و ادب کی سیر ابی کا فریضہ بہ خوبی سرانجام دیتے رہیں گے۔ مولانا نورالحسن خاں صاحب کی شخصیت پر ڈاکٹر سید عبد اللہ کا خراجِ تحسین لائق مطالعہ ہے:

> "میں بلا تأمل کہہ سکتا ہوں کہ مولانا موصوف کو ادبیاتِ عربی، علم التفسیر، علم الحدیث اور تاریخ اسلام میں جو تبحر حاصل ہے وہ فی زمانہ بہت کم لوگوں کو میسّر ہے۔ کاش اس استعداد و قابلیت کے کچھ اور اساتذہ بھی ہمارے ملک میں ہوتے۔ تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کے میدان میں جو کام آپ نے کیا اس کا میں نے ایک نقاد کی حیثیت سے جائزہ لیا اور ان کے تصنیفی کارناموں کو ہمیشہ معیاری پایا۔ وہ ایک اچھے منتظم ہیں، میں کالج کے ہوسٹل کی نظامت کے سلسلے میں اُن کے حسنِ انتظام سے بہت متاثر ہوا۔ انھوں نے طلبہ کے تحقیقی کام کی نگرانی میں بھی مستعدی کا ثبوت دیا۔"[8]

کتاب سے والہانہ محبت و شغف

نورالحسن خاں صاحب نے جب "کتاب الاغانی" پر قلم اُٹھایا تو اُن کے پیشِ نظر اس کتاب سے والہانہ محبت و شغف کا جذبہ تھا۔ اس کتاب کے متعدد بار مطالعے نے انھیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اردو زبان و ادب میں نغموں سے متعلق ایک اہم کتاب کی داغ بیل ڈال سکیں۔ تاہم یہ امر اُن کے نزدیک کارِ دشوار ہی نہیں کارِ ناممکن تھا۔ اُن کے بہ قول

> "اصل کتاب اور اُس کے مختصرات کے بار بار مطالعہ سے میرے جی میں بھی اس شوق نے کروٹ لی کہ اس کتاب کے دل چسپ مظاہر سے تنہا اور چوری چوری لطف اندوزی ادبی خیانت کے مرادف ہے لہٰذا لازم ہے کہ عربی سے ناآشنا طبقہ کو بھی اس لطف و حظ میں شریک کیا جائے اس سے ایک تو ادبِ عربی اور

ادبِ اردو کے باہم تعارف وشناسائی میں مدد ملے گی اور دوم ادبِ عربی کی وہ خدمت جو قدیم عرصہ سے میرے ذمے چلی آرہی ہے اُس کی بھی کچھ نہ کچھ ادائیگی ہو جائے گی۔ چناں چہ اس نقطۂ نگاہ سے جب کتاب الاغانی پر نگاہ ڈالی تو ایک بحرِ زخّار کو اپنے سامنے موجزن پایا۔ اب سوچا کہ خدمت ہو تو کس نوع سے ہو۔ مؤلف کو تو زندگی نے پچاس سال کی مہلت و فرصت کتاب کی تالیف و تدوین کے لیے دے بھی دی معلوم نہیں ہمیں تو دس بیس برس بھی مہلت ملے یا نہ ملے۔ غرض یہ کہ اسی ادھیڑ بن میں کئی ماہ گزر گئے اور کچھ سمجھ نہ آیا کہ مختصر سی خدمت کی نوعیت ہو تو کیا ہو؟ آخر کتاب پر پھر ایک نگاہ ڈالی تو ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ کتاب دو اہم موضوعوں [موضوعات] پر مشتمل ہے اوّل شعراء، دوم مغنّین، اول الذکر موضوع پر اردو میں کم سہی لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ موجود ہے البتہ دوسرے موضوع کا خانہ سرے سے خالی ہے اور فی الحقیقت لذیز تر اور دل چسپ تر موضوع ہے بھی یہی، کیوں نہ اسی سے خدمت کا آغاز کیا جائے۔۔۔"[9]

عربی ادب کی کتب سے استفادہ

نورالحسن خان صاحب نے جب اس کام کا آغاز کیا تو یہ کوشش کی کہ کتاب الاغانی کے ساتھ ساتھ اس موضوع پر عربی ادب کی دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا جائے لیکن دیگر کتب میں جب مغنّین کے حالات کی تلاش شروع کی تو ایسی ہر کتاب میں کچھ الفاظ لکھے ہوئے ملے۔ وہ الفاظ اور نورالحسن خان صاحب کے تاثرات درج ذیل ہیں:

" وَ نَقَلَ صَاحِبُ الاَغَانِي (اور صاحب اغانی نے نقل کیا ہے) اور یا یہ لکھا ہوا ملا و حَكَىَ صَاحِبُ الاَغَانِي (اور صاحب اغانی نے بیان کیا ہے) میں نے سوچا کہ یا اللہ! یہ کتاب بھی کیا مصیبت ہے کہ اس سے کہیں بھی پیچھا نہیں چھوٹتا اور میں اس سے جتنا دور بھاگ جانا چاہتا ہوں اُتنا یہ مجھے اپنے قریب تر کھینچتی ہے۔ آخر ناچار سب کتابوں سے ایک گونہ قطع نظر کر کے پھر دوبارہ اُسی پر اپنی کتاب کی بنیاد رکھ دی لیکن فوراً ہی ایک مرحلہ اور پیش آیا وہ یہ کہ مؤلف نے مغنیوں کے حالات بہ تمام ہا، یک جا بیان کئے بلکہ عام طور پر ایسا ہوا ہے کہ اگر ایک مغنی کے کچھ حالات پہلی جلد میں بیان کیے ہیں تو کچھ تیرھویں یا پندرھویں بلکہ بیسویں جلد میں بیان کئے ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ کتاب میں ایک عجیب بے ترتیبی اور ابتری سی محسوس ہوئی اور ذہن میں آیا کہ مختلف ادوار کے لحاظ سے کتاب کو مرتب کیا جائے اور جو مغنی جس دور سے تعلق رکھتا ہے اُسی دور میں اُس کے احوال یک جا درج کئے جائیں۔ چناں چہ نُویری اور شیخ محمد الخضری کی امداد سے مختلف ادوار قائم کر کے ہر دور کے مغنی کو اُس کے تحت بیان کیا گیا۔ سب سے پہلے مغنی، اُس کے بعد مغنیات اور سب سے آخر میں موسیقی و غناء کے دل دادہ خلفاء و اُمراء کا تذکرہ کیا گیا۔"[10]

طاؤس ورباب

طاؤس ورباب "یقینی طور پر اردو ادب میں عربی ادب کے اس معتبر سرمائے کی پہلی جھلک قرار دی جاسکتی ہے۔ اردو زبان و ادب میں فنِ موسیقی پر کتب کی موجودگی ایک الگ موضوع ہے۔ زیرِ نظر موضوع میں یہ بات اہم ہے کہ اردو زبان و ادب میں عربی ادب کے اس علمی سرمائے کی دست یابی نورالحسن خان صاحب کی رہینِ منت ہے۔ انھوں نے عربی ادب کی "کتاب الاغانی" کے توسط سے اردو ادب میں جس لسانی اشتراک کا باب کھولا ہے وہ اپنی جگہ لائقِ ستائش ہے۔ خاں صاحب نے جس طور پر کتاب

الاغانی سے استفادہ کیا اور جس انداز سے اسے اردو ادب کے وقیع شعری و ادبی سرمائے میں داخل کیا، اُن کا یہ کارنامہ اپنی جگہ لائقِ ستائش اور اس عمل کی واحد مثال ہے۔ انھوں نے عربی زبان و ادب سے نابلد اصحاب کے لیے، اس کتاب میں مشہور شخصیات، مقامات کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ شعری حسنِ تخیّل تک رسائی کے لئے یہ اہتمام کیا ہے کہ ہر شعر کا ترجمہ اس کے حاشیے میں درج کر دیا ہے۔ مشکل عربی الفاظ و محاورات کے معانی بھی شامل کئے ہیں۔ اس سے اُن کی یہ کاوش خوب سے خوب تر ہو گئی ہے۔ اسماء و اماکن کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ مآخذ میں اُن کے حوالے سے عربی ادب کے سنجیدہ قارئین کے لئے بھی بے شمار آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ ان مآخذ کی بہ دولت اصل کتاب کا سراغ لگا کر اپنے ادبی ذوق کی مزید تسکین کا سامان کر سکتے ہیں۔ اس طرح کتاب مرتب کرتے ہوئے انھوں نے عربی زبان و ادب کی تقریباً ایک سو اڑسٹھ کتب کا بسیط مطالعہ پیش کیا ہے جس سے ’’طاؤس ورباب‘‘ کی تحقیقی قدر اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ’’کتاب مرتب کرتے وقت ہر زیرِ ترتیب مغنّی کے حالات کے لئے الاغانی کے علاوہ اور کتب پر بھی برابر نگاہ کئے رہا اور جہاں کہیں ایسے حالات ملے جو الاغانی میں نہ تھے تو انھیں بھی شریک کر کے کتاب کا حوالہ دے دیا گیا۔ ان مختلف امور کے لئے مجھے کتنی کتابوں سے امداد حاصل کرنا پڑی اُس کا صحیح اندازہ آپ مآخذ و مراجع کی فہرست سے فرما سکیں گے۔‘‘[11]

درج بالا بیان سے ترتیبِ کتاب میں مولانا صاحب کی دقّتِ نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ انھوں نے ’’کتاب الاغانی‘‘ سے استفادہ اس طور پر کیا ہے کہ اُسے بنیادی نسخہ قرار دے کر اُس کی بنیاد پر دیگر مصنفین کی کتب سے ضروری معلومات بہ حوالہ نقل کی ہیں۔ لیکن اس عمل میں انھوں نے ’’کتاب الاغانی‘‘ کی کلّی پیروی نہیں کہ بلکہ انھوں نے ایسے نغمے جہاں صرف ایک شعر درج تھا اُس کے متعلقہ دیوانِ اصل سے رجوع کر کے اُس سے قبل اور مابعد کے اشعار بھی نقل کر دیئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب، ’’کتاب الاغانی‘‘ سے بہت حد تک بہتر اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ چناں چہ یہ کتاب جہاں عرب موسیقاروں، شعراء اور دھنوں کے خالقین تک رسائی بہم پہنچاتی ہے وہیں اُس دور کی سیاسی تاریخ کی لرزہ خیز داستان کو عہد بہ عہد نقل کرنے کے اعتبار سے بھی معتبر ٹھہرتی ہے۔ موسیقی و غناء کے دل دادہ امراء و خلفاء کا الگ سے بیان ایک جانب اس لرزہ خیز داستان کا اہم باب ہے تو دوسری جانب غناء کی سرپرستی میں مغنیوں پر رقمِ کثیر نچھاور کرنے والوں، لونڈیوں سے خلفاء کی از حد دل بستگی اور بعض خلفاء کی سرود کی جانب بڑھی ہوئی دل چسپی کے سبق آموز اور عبرت ناک واقعات کے ذکر سے اس کتاب کی موضوعاتی وقعت مزید بڑھ جاتی ہے۔

دائرۃ المعارف قرار دینا

نورالحسن خان نے جہاں ’’کتاب الاغانی‘‘ کے انتخاب کو اوّلیت دی ہے وہیں صاحب الاغانی کے علمی و ادبی مرتبے کا احاطہ اُس دور کی نابغۂ روزگار شخصیات کے حوالے سے کیا ہے۔ وہ عربی ادب کی اس تصنیف کو ایک دائرۃ المعارف قرار دیتے ہیں جس میں دورِ جاہلیت سے لے کر بعد کے ادوار کی زندگی کے اہم گوشوں کی عقدہ کشائی کی گئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ’’مشہور عالم و ادیب الصاحب ابوالقاسم بن عباد (م ۳۸۵ھ) کے بارے میں منقول ہے کہ وہ سفر میں تیس شتر بار کتب اپنے ساتھ رکھتا تھا لیکن جب کتاب الاغانی اُس کے پاس پہنچی تو پھر سفر میں بجز اس کتاب کے اور کوئی کتاب ساتھ نہ رکھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ’گو میرے کتب خانے میں دو لاکھ چھ ہزار کتابیں موجود ہیں لیکن میرے کام کی صرف یہی ایک کتاب ہے‘۔ مشہور ادیب و مؤرخ یاقوت حموی (م ۶۲۶ھ) اس کتاب کے متعلق لکھتا ہے ’فنِ ادب میں اس کتاب کی نظیر و مثال مفقود ہے‘۔ علامہ ابن

خلکان (م ۶۸۱ھ) کا قول ہے کہ سب علمائے ادب کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ فنِ ادب میں آج تک ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ غرض یہ کہ الاغانی ہر عصر اور ہر دور میں ایک فقید المثال اور فقید النظیر کتاب سمجھی گئی اور ہر زمانے کے علماء نے اس کی کچھ نہ کچھ خدمت اپنے ذمے لازم اور ضروری قرار دی۔ ابن المغربی (م ۴۱۸ھ)، الامیر عز الملک محمد بن عبد اللہ بن احمد الحرانی (م ۴۲۰ھ)، ابو القاسم عبد اللہ المعروف بابن باقیا الحلبی (م ۴۸۵ھ)، ابنِ واصل الحموی (م ۶۹۷ھ)، محمد بن المکرم الانصاری صاحبِ لسان العرب (م ۷۱۱ھ) اور دیگر ایسے ہر جید علماء نے اس کتاب کی مختصرات لکھ کر ادبِ عربی کی گراں بہا خدمات انجام دی"۔[12]

"طاؤس ورباب" جلد اوّل

"طاؤس ورباب" جلد اوّل میں کل انچاس (۴۹) مرد مغنّیوں کا احوال پیش کیا گیا ہے۔ جس میں اموی دور کے ۱۷، مخضرمی دور کے ۵ اور عباسی دور کے ۲۷ مغنّی شامل ہیں۔ اموی دور کے ۱۷ مغنیوں میں سائب خاثر، ابن مسجح، طوَیس، ابنِ سُریج، معَبد، غرِیض، ابنِ عائشہ، ابنِ مُحرِز، بُدَیح اُلمُلیح، ہُذلی، یونس کاتب، حُنین حیری، اَبجَر، دَلال، عطرّد، عمر وادی اور بُردان شامل ہیں۔ مخضرمی دور کے پانچ عرب مغنیوں میں اسماعیل بن ھرِبذ، مالک، حکم وادی، یحییٰ مکی اور ابوسعید شامل ہیں۔ دورِ عباسیہ کے ستائیس عرب مغنّیوں میں ابنِ عباد، خلیل، دَحمان، سِیاط، ابنِ جامع، مُخارِق، احمد بن المکّی، یزید حَورا، فلیح، ابراہیم موصلی، اسحاق موصلی، عَلّویہ، سُلَیم، ابو صَدَقہ، زبیر بن دَحمان، عثعث، ابوزکّار نابینا، نُبیہ، معبد یقطینی، محمد رَفّ، محمد بن الاشعث، عَمرو بن بانہ، عبد اللہ بن عبّاس البربیعی، وَجہُ القَرعۃ، مسدود، محمد بن حارث بُنخُر اور احمد بن صَدَقہ، شامل ہیں۔

"طاؤس ورباب" جلد دوم

"طاؤس ورباب" جلد دوم میں اموی دور کی پانچ اور عباسی دور کی پندرہ خواتین مغنیات کے احوال کے ساتھ ساتھ موسیقی و غناء کے دل دادہ گیارہ امراء و خلفاء کا احوال پیش کیا گیا ہے۔ اموی دور کی خواتین مغنیات میں جمیلہ، عَزّۃُ المیلا، سَلّامہ قَسّ، حَبّابہ اور خُلَیدہ مکیہ شامل ہیں۔ عباسی دور کی خواتین مغنیات میں ابنِ رامین کی تین لونڈیوں، سلّامہ زرقاء، رُبیحہ، سُعدہ کے ساتھ ساتھ بَعبَص، دُقاق، ذاتُ الخال، دنانیر برمکیہ، شاریہ، بَذل، عَرِیب، مُتَیّم ہشامیہ، عُبَیدہ طُنبوریہ، قلم الصالحیہ، فریدہ اور محبوبہ کا احوال رقم کیا گیا ہے۔ موسیقی و غناء کے دل دادہ خلفاء و امراء میں ولید بن یزید، ابراہیم بن مہدی، عُلَیّہ بنتِ مہدی، عبد اللہ بن موسیٰ الہادی، ابو عیسیٰ بن رشید، عبد اللہ بن الامین، الواثق باللہ، اَلمنتَصِر باللہ، اَلمُعتز باللہ، عبد اللہ بن المعتز اور عبید اللہ شامل ہیں۔

موسیقی کے دل دادہ خلفاء و امراء

موسیقی و غناء کے دل دادہ خلفاء و امراء کے احوال کی شمولیت اس حوالے سے بھی لائقِ توجہ ہے کہ کسی قوم کی معاشی تفکر سے نجات کا لازمی نتیجہ تعیش ٹھہرتا ہے۔ موسیقی و غناء جیسے دل چسپ مشاغل اسی تعیش کا شاخسانہ قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ نورالحسن خاں صاحب نے کسی قوم میں اس فن کے پروان چڑھنے کے اسباب کے حوالے سے ابنِ خلدون کی درجِ ذیل رائے پیش کی ہے:

"جب کوئی قوم ترقی کرتے کرتے بامِ عروج تک پہنچ جاتی ہے اور سارے فنون اُس میں پوری طرح رَواج پذیر ہو جاتے ہیں تو سب سے آخر میں فنِ موسیقی وجود میں آتا ہے کیوں کہ جب تک کوئی قوم پوری طرح خوش حال اور فارغ البال نہ ہو اُس وقت تک اس فن کا وجود ان میں ممکن نہیں لیکن عجیب بات

ہے کہ جب یہی قوم زوال و تنزل کی راہ پر قدم رکھے تو سب سے پہلے یہی فن رخصت ہوتا ہے اور سب سے پہلے یہی اُسے الوداع کہتا ہے۔"[13]

یہی وجہ ہے کہ "کتاب الاغانی" اور "طاؤس و رباب" میں جن مغنّی مغنیات اور موسیقی کے دل دادہ خلفاء و امراء کا ذکر کیا گیا ہے وہ زیادہ تر عباسی دَور سے تعلق رکھتے ہیں۔ دَورِ عباسیہ میں اسلامی دنیا اپنی معاشی ترقی کے عروج پر تھی اور اسی سبب سے اس دور میں سب سے زیادہ اس فن کی سرپرستی کی گئی۔ بغداد جو عروس البلاد کہلاتا تھا، جہاں دیگر علوم و فنون کے ماہرین از خود کھچے چلے آتے تھے وہیں مغنّی بھی بلا تامل اس شہر کا رُخ کرتے۔ "طاؤس و رباب" اور "کتاب الاغانی" کے مندرجات کا غائر جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہے کہ اردو شعر و ادب میں فنِ تذکرہ نویسی کے خطوط پر ان کتب میں مغنیوں کے احوال، انتخابِ نغمہ اور ان کے فن کو جرح و نقد کے پیمانوں پر پرکھا گیا ہے۔ "کتاب الاغانی" کی طوالت کے پیشِ نظر اس میں مذکور تمام شعراء و مغنین کا بالاسماء شمار پیش نہیں کیا گیا۔ جب کہ "طاؤس و رباب" کی کم ضخامت کے سبب یہ ممکن ہوا کہ مغنیوں کو نام وار درج کیا جاسکے۔ اس سارے عمل میں نورالحسن خاں صاحب نے "کتاب الاغانی" سے کس حد تک اخذ و استفادہ یا ترجمے سے کام لیا ہے، اُس کا اندازہ دونوں کتب کے عنوانات سے ہو جاتا ہے۔ نورالحسن خاں نے اپنی پسند کے اصحاب کے فن کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اسی سبب سے یہ کتاب "کتاب الاغانی" سے بہت مختصر ہے۔ پھر انھوں نے جس انداز سے اس احوال کو رقم کیا ہے اُس سے یہ کتاب زمانۂ قبل از اسلام سے تیسری صدی ہجری تک تاریخی لحاظ سے فنِ نغمہ و موسیقی کے احاطے کی ایک اہم دستاویز بن جاتی ہے۔ اس طرح "کتاب الاغانی" کا یہ اجمال "طاؤس و رباب" کی صورت میں اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ اب سوال یہ کہ نورالحسن خاں صاحب نے اس کتاب کی ترتیب میں "کتاب الاغانی" سے کس حد تک استفادہ کیا اور اس استفادے کی نوعیت کیا تھی۔ اُس کے لئے دونوں کتب کے مغنّیوں کے احوال کا موازنہ درکار ہے۔ اس موازنے سے یہ تو صاف ظاہر ہے اور نورالحسن خاں صاحب نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے اس کتاب کو بنیادی کتاب کا درجہ دیا ہے اور اس فن سے متعلقہ دیگر کتب کو ثانوی طور پر برتا ہے۔ دونوں کتب کے موازنے سے اس امر کی توثیق ہو جاتی ہے۔

"طاؤس و رباب"، "کتاب الاغانی" سے ماخوذ

اب رہا یہ سوال کہ نورالحسن خاں صاحب نے "کتاب الاغانی" سے اخذ کیا ہے یا ترجمہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "طاؤس و رباب"، "کتاب الاغانی" سے ماخوذ ہے اور یہ اخذ و استفادہ کلّی طور پر نہیں ہے۔ دونوں کتابوں کا حجم اس بات کا ثبوت ہے۔ ترجمے کے حوالے سے دیکھیں تو نورالحسن خاں صاحب نے صاحبِ اغانی کے متن کا کلّی ترجمہ پیش نہیں کیا بلکہ من پسند اصحابِ فن کو موضوع بنایا ہے۔ پھر کتاب الاغانی ہی کی طرز پر ذیلی عنوانات بنائے ہیں۔ ان ذیلی عنوانات کا تقابل جب "کتاب الاغانی" سے کریں تو بعض جگہ انھوں نے عنوانات اخذ کئے ہیں۔ بعض مقامات پر ان عنوانات کا ہو بہو ترجمہ کر دیا ہے اور بعض عنوان تو سرے سے درج ہی نہیں کئے۔ اسی طرح انتخابِ اِشعار میں بھی یہی عمل دہرایا ہے۔ البتہ کسی مغنی کے احوال پر مبنی متن کو کہیں کہیں ہو بہو ترجمہ کر دیا ہے۔ عدم ترجمہ کی صورت میں اخذ و استفادے کی کیفیت بدستور موجود رہتی ہے۔ ہر قسم کی امثلا درجِ ذیل ہیں۔

ابن عائشہ کا ترجمہ

ابن عائشہ کے ترجمے میں اغانی نے لکھاہے: "اسمه و كنيته و لم يعرف له اب فنسب الى امه "[14] نورالحسن خاں صاحب نے اس ذیلی عنوان کا ترجمہ درج ذیل کیا ہے ": نام کنیت اور مجہول النسبی "[15] کلّی ترجمے کے نہ ہونے کا ثبوت اُن ذیلی عنوانات سے بھی ملتا ہے جنھیں نورالحسن خان صاحب نے شاملِ کتاب نہیں کیا۔ مثال کے طور پر " ساله الوليد بن يزيد

عن نسبہ لامہ فاجابہ "[16]اس کتاب کے بعض ذیلی عنوانات ایسے ہیں جہاں خاں صاحب نے حقِ ترجمانی ادا کر دیا ہے:" کان یفتن کل من سمعہ و اخذ عن معبد و مالک" [17]ابنِ عائشہ کے گانے کی فتنہ سامانی اور معبد و مالک سے اس کا تلمذ"[18] تاہم بعض اوقات وہ ذیلی عنوانات کے طویل تر ترجمے سے فصاحت کی خوبیاں گنوا بیٹھتے ہیں:" کان یضرب با بتدائہ المثل و کان احسن المغنین بعد معبد" [19]

اس ذیلی عنوان کا ترجمہ دیکھیے:

"ابنِ عائشہ کے گانے کا آخر بھی اگر شروع کی طرح اثر آفریں ہوتا تو ابنِ سریج اور معبد پر بھی بازی لے جاتا"[20]عنوانات خواہ کسی بھی قسم کے ہوں وہاں اس قسم کے توضیحی ترجمے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس ذیلی عنوان کا قدرے مختصر ترجمہ "ابنِ عائشہ ،معبد کے بعد بہترین مغنی ہوتا اگر اس کے نغمے کا اختتام، مانندِ آغاز اثر آفریں ہوتا" ہو سکتا تھا۔ انتخابِ نغمات کے حوالے سے "طاؤس و رباب" اور "کتاب الاغانی" کے مشمولات کہیں کہیں عدم مطابقت کا شکار ہیں۔ کہیں کہیں کُلّی مطابقت بھی ملتی ہے۔ ہر حوالے سے امثلا درجِ ذیل ہیں:

الا للہ درک مِن

الا للہ درک مِن

فَتی قوم اذا رہبو

وقا لوا من فتیً للحر

بیر قبنا و یرتقب

فکنت فتاھم فیھا

اذا تُدعی لھاتثب

ذکرت اخی فعاودنی

رداع السقم والوصب الخ[21]

اس نغمے کے چھ کے چھ اشعار طاؤس و رباب میں نقل ہیں لیکن ان اشعار سے قبل شامل ایک شعر طاؤس و رباب میں شامل نہیں ہے۔ ع

قل للمنازل بالظھران قدحانا

ان تنطقی فتبینی القول تبیانا[22]

فحش الفاظ کو خارج از متن کر دینا

"طاؤس و رباب" اور "کتاب الاغانی" چوں کہ کتاب النغمہ قرار دی گئی ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے عہدِ تعیش کے احوال کی اس لرزہ خیز داستان کا ایک اور پہلو بھی ہے جسے گو موضوعِ بحث بنانا روا نہیں تاہم "کتاب الاغانی" سے "طاؤس و رباب" کے اخذ کی توثیق نورالحسن خاں صاحب کے ایک جملے سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے متنِ کتاب کے حاشیے پر تحریر کیا تھا۔ اُن کے قلمی مسودے صفحہ شمار کے ساتھ موجود تھے۔ ص ۸۲۹ پر سکّے کی پنسل سے درجِ ذیل عبارت تحریر ہے۔ "صفحہ ۸۲۸ فحش تھا۔ اسے خارج کر دیا گیا۔ نور"[23] اسی طرح "طاؤس و رباب" میں بعض مقامات پر اشعار کے درمیان اور بعض مقامات پر نثری متن کے درمیان کچھ نقاط لگائے گئے ہیں۔ ایسا متن جنسیت پر مبنی تھا۔ جسے نورالحسن خاں صاحب اخذ یا ترجمہ کرتے ہوئے نقل کر گئے۔ تاہم دورانِ تدوین اس قسم کے فحش الفاظ کو خارج از متن کر دیا گیا۔ جب کہ ص ۸۲۸ کا کلّی طور پر خارج کر دینا بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ "طاؤس و رباب" کی تالیف کے دوران میں "کتاب الاغانی" اُن کے نزدیک بنیادی کتاب کے طور پر پیشِ نظر تھی۔

خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا تمام شواہد یہ ثابت کرتے ہیں کہ "طاؤس و رباب"، "کتاب الاغانی" سے کہیں کلّی اور کہیں جزوی طور پر اخذ و استفادے اور ترجمے پر مبنی کتاب ہے۔ اس کتاب کی بہ دولت نہ صرف عرب مسلم معاشرے اور حکم رانوں کے اسبابِ زوال پر چشم کشا حقائق پیش کئے گئے ہیں بلکہ یہ اردو زبان و ادب میں اس نوعیت کی پہلی تالیف ہے جس میں عربی زبان، معاشرت، تمدن، رسم ورواج، شعر و ادب، موسیقی، غناء اور دھنوں کے حوالے سے سیر حاصل بحث کا مفصل احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی بہ دولت دونوں زبانوں عربی و اردو میں اس قسم کے ادبی اشتراک کی یہ پہلی بھرپور کاوش منظرِ عام پر آئی ہے۔ "کتاب الاغانی" جہاں عرب دنیا میں عرب قارئین کے لئے ایک گراں بہا عطیہ ہے تو دوسری جانب "طاؤس و رباب" اردو زبان و ادب کے قارئین کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے اور اسے بجا طور پر علامہ اقبال کے اس شعر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے:

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

References

[1] Sebastian Gunther, "*Abul-Faraj al-Iṣfaḥānī*" included in *Encyclopaedia of Islam* (Leiden: Brill, 2007AD), 3:52.
[2] M. Nallino, *Abul-Faraj al-Iṣfaḥānī,* included in *Urdu Encyclopaedia of Islam* (Lahore: Punjab University, 1964AD), 1:882-884.
[3] 'Abd al-Faraj al-Iṣfaḥānī, *Kitāb al-Aghani,* 2nded (Beirūt: Dar Ahya al-Turas al-Arabi, 1997AD), 2:21-23, 2:407-410.
[4] Moulānā Noor al-Ḥasan Khān, *Tāwos-o-Rubāb,* ed. Prof. Dr Aurang-Zaib Ālamgir and Dr. Zahra Nisār, (Lahore: Urdu Development Committee, 2012AD), 1:31.
[5] Sebastian Gunther, "*Abul-Faraj al-Isfahani*", 53.
[6] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb , i.*
[7] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb , ii.*
[8] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb , iii.*
[9] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb ,* 31-32.
[10] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb* , 32.
[11] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb ,* 33.
[12] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb ,* 31.
[13] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb ,* 38.
[14] Al-Iṣfaḥānī, *Kitāb al-Aghānī,* 1:463.
[15] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb ,* 1:86.
[16] Al-Iṣfaḥānī, *Kitāb al-Aghānī,,* 1:463.
[17] Al-Iṣfaḥānī, *Kitāb al-Aghānī,* 1:463.
[18] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb ,*1:68.
[19] Al-Iṣfaḥānī, *Kitāb al-Aghānī,* 1:463.
[20] Noor al-Ḥasan, *Tāwos-o-Rubāb ,*1:86.
[21] Al-Iṣfaḥānī, *Kitāb al-Aghānī,* 1:465 & Noor al-Ḥasan, *Taous-o-Rubāb,* 1:86.
[22] Al-Iṣfaḥānī, *Kitāb al-Aghānī,* 1:465.
[23] Noor al-Ḥasan, *Taous-o-Rubāb iv.*